انتظار حسین کے افسانوں میں سیاسی شعور کا پہلو

ڈاکٹر تحسین بی بی
لیکچرار اردو
شعبہ اُردو، یونیورسٹی برائے خواتین، صوابی

TRACES OF POLITICAL INSIGHTNESS IN INTIZAAR HUSAIN'S FICTION

Tahseen Bibi, PhD
Lecturer in Urdu
Department of Urdu, Women University Sawabi

Abstract

Intizar Husain is one of the great and significant fiction writers of modern day Urdu literature. He has employed symbolic and historical notions in his writing. Since Intizar Sahib is well aware of political, social and economic changes, he has interwoven his fiction around these issues implicitly or explicitly. He has also written on historical incidents, experience of migration and its consequence on nature of migrants and fall of Dhaka etc. The article discusses all these issues in light of Intizar Husain's writings with special focus on his political insightness.

Keywords:

مکہ، کوفہ، انتظار حسین، سقوط ڈھاکہ، شہزاد منظر، گوپی چند نارنگ، برصغیر، پاکستان، ہجرت، اردو فکشن

انتظار حسین جدید پاکستانی افسانے کے علامتی اور تمثیلی رویوں کے اولین نمائندہ افسانہ نگار اور منفرد طرزِ احساس و ادا کے مالک ہونے کے ساتھ آج کے ایک بہت اہم مقصد پسند ادیب کے طور پر نمایاں نظر آتے ہیں ۔ان کے افسانے موجودہ عہد کی ترجمانی کرتے ہیں۔ انتظار حسین نے افسانہ نگاری کے میدان میں آتے ہی ہر ایک کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے اپنا گرویدہ بنالیا۔ وہ نئی کہانی کا پہلا نام ہیں ،جنھوں نے علامتی انداز کو شعوری سطح پر برتتے ہوئے کہانی کو جہانِ تازہ سے روشناس کرایا ۔ان کے ابتدائی افسانے سفر میں پیچھے چھوڑ آنے والے تہذیبی نقوش کی بازیافت کی سعی کرتے ہیں ۔تقسیم کے بعد کی پاکستان کی سیاسی اور سماجی صورتحال نے اس تجربے کو مزید مشکل کردیا ہے ۔

انتظار حسین وہ پہلے افسانہ نگار ہیں جنھوں نے اپنے افسانوں میں پاکستانی قوم اور فرد کی انفرادیت اور شخصیت کی شناخت کی کوشش کی ہے ۔تقسیم کے بعد سیاسی زندگی میں رونما ہونے والے حالات وواقعات اور ان کے اثرات کا عکس انتظار حسین کے ہاں واضح نظر آتا ہے ۔انتظار حسین کی سیاسی اور فنی وابستگی ایک انسان ہی نہیں بلکہ برصغیر جنوبی ایشیا کے طول وعرض میں بکھری ہوئی مسلمان قوم کے ساتھ ہے ۔ بقول پروفیسر فتح محمد ملک: ’’انتظار حسین علمیت ،سیاسی شعور اور نظریاتی وابستگی میں اپنی مثال آپ ہیں‘‘۔(۱)

انتظار حسین اپنے عہد کی سیاسی ،سماجی اور اقتصادی تبدیلیوں کا مکمل شعور رکھتے ہیں ۔انھوں نے حالات حاضرہ کی کشمکش، تاریخی واقعات ،فسادات اور ہجرت کا المیہ،سقوطِ ڈھاکہ،عزیزوں کا بچھڑنا اور مارشل لاء وغیرہ کو موضوع بنایا ہے ۔انتظار حسین کا بنیادی محور و تجربہ ہجرت کا تجربہ ہے ۔(۲)

انتظار حسین کے ہاں ماضی کی بازیافت اور جڑوں کی تلاش اہم سوال کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے ۔اسی طرح سقوطِ مشرقی پاکستان کے المیے کے کرب کو گہرے طور پر محسوس کیا گیا اور اس سانحے پر لکھنے والوں میں بقول شہزاد منظر: ’’سب سے زیادہ کامیاب انتظار حسین اور مسعود اشعر رہے ۔اس سانحہ پر زیادہ تر انتظار حسین نے لکھا ۔‘‘(۳)

انتظار حسین کے افسانوں میں ان سانحات سے پیدا ہونے والے سیاسی وسماجی مسائل اور واقعات کا جابجا نقش نظر آتا ہے جن کو پیش کرنے کے لیے انھوں نے حقیقت پسندی اور علامت نگاری کو اپنایا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ: ’’انتظار حسین کو اگر حقیقت پسند اور جدید علامتی افسانے کی درمیانی کڑی قرار دیا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا ۔‘‘(۴)

انتظار حسین کے افسانوی مجموعہ ’’گلی کوچے‘‘ (۱۹۵۲ء) کے بیشتر افسانوں کا موضوع تقسیم ہند

کے پہلے کی غیر یقینی صورتحال، فسادات اور تقسیم ہند کے بعد کی پُر آشوب فضا، سیاسی حالات و واقعات کا المیہ ہے جس کی عکاسی انھوں نے اپنے افسانوں ''قیوما کی دکان''، ''اجودھیا''، ''رہ گیا شوقِ منزلِ مقصود''، ''پھر آئے گی''، ''ایک بن لکھی رزمیہ'' اور ''استاد'' وغیرہ میں بھرپور طریقے سے کی ہے۔ افسانہ ''قیوما کی دکان'' میں تقسیم ہند کے بعد فسادات اور ہجرت کے المیے اور ماضی کی یاد کو بیان کیا ہے۔ فسادات سے پہلے قیوما کی دکان مجلسی زندگی کا مرکز تھی جہاں ہر طرح کے لوگ آ کر بیٹھتے اور آپس میں مختلف حالات اور واقعات اور کارناموں کی داستانیں ایک دوسرے کو سناتے تھے:

> ''اسے یہ کبھی خبر نہ ہوئی کہ ہماری زندگی میں وہ کون سا روحانی یا سیاسی انقلاب رونما ہونے والا ہے اور یہ کہ اس انقلاب کی روئیں اس کی دکان کے پیڑے سے کیسے پھوٹ رہی ہیں۔ لوگ باگ اچھے بُرے ہر طرح کے مقاصد لے کر اس پیڑے پہ آ کر بیٹھے اور بیٹھے رہتے۔''(۵)

لیکن تقسیم ہند کے بعد فسادات اور تباہ حالی نے اس محفل کو درہم برہم کر دیا اور یوں قیوما کی دکان ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی۔ کیونکہ فسادات کی وجہ سے قیوما کو بھی پاکستان آنا پڑا۔

افسانہ ''اجودھیا'' تقسیم ہند کے فوراً بعد پیدا ہونے والی ذہنی کشمکش کا غماز ہے۔ افسانے میں بے ربط خیالات و باتیں ایک وسیع تاریخی پس منظر میں تقسیم ہند کے المیہ کی طرف واضح اشارہ ہیں۔ آزادی کے بعد نئے حالات و ماحول، ہجرت، اسٹیشن پر انسانوں کا ہجوم، قتل و غارت گری اور انسانیت سوز مظاہرے، ظلم و بربریت کے پرہول مناظر سے گزر کر منزل کی طرف قدم بڑھانا اور پھر نفسانفسی کے مناظر ان سب کی بہترین مثال افسانہ ''اجودھیا'' کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ ''شاید اسے یہ معلوم ہی نہ تھا کہ ہندوستان سے پاکستان آنے کے معنی کیا ہوتے ہیں۔ اس نے معنی سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی تھی۔''(۶)

انتظار حسین کا بنیادی تجربہ ہجرت کا تجربہ ہے۔ بقول گوپی چند نارنگ: ''ہجرت کا احساس انتظار حسین کے فن کا اہم ترین محرک ہے۔''(۷)

اس حوالے سے ان کا افسانہ ''رہ گیا شوقِ منزلِ مقصود'' ابھر کر سامنے آتا ہے جس میں میرٹھ کے ایک خاندان کی ہجرت کی کیفیت بیان کی گئی ہے:

> ''انھیں تو ابھی یہ بھی پتہ نہ تھا کہ پاکستان بنا کدھر ہے؟ جب انو میاں نے انھیں پاکستان کا پورا نقشہ سمجھایا تو انھوں نے بڑا افسوس کیا کہ اے ڈوبوں نے پاکستان کاں بنایا؟''(۸)

افسانہ ''استاؤ میں بھی تقسیم کے بعد ہجرت اور ساتھ ہی سیاسی انقلابات اور تبدیلیوں کو موضوع بنایا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس سیاسی تبدیلی کی وجہ سے ''گھر تو گھر بڑے بڑے شہر اجڑے ہیں اور ایسے اجڑے ہیں کہ ان کا کوئی نام لینے والا نہیں رہا۔'' (۹)

اس افسانے میں ہندوستانی سیاست، مسلم لیگ، کانگریس، قائداعظم، مہاتما گاندھی، ہندو فرقہ ورایت اور پاکستان کو ترقی وخوشحالی کی راہوں پر گامزن کرنے کے منصوبوں کو پیش کیا گیا ہے۔

افسانہ ''بن لکھی رزمیہ'' میں تقسیم ہند، فرقہ وارانہ فسادات، اور تشکیل پاکستان کے بعد کے انتشار اور ہنگامے کی فضا کو پیش کیا گیا ہے۔ اس افسانے میں قادر پور کے قصبے میں تیزی سے بگڑتی ہوئی صورتحال، فسادات کے اندیشوں میں جکڑے اہم کردار پچھوا کے گرد گھومتی کہانی پیش کی ہے۔ جس کی بہادری اور طاقت وغیرہ کا زوال پاکستان بننے کے ساتھ ہی شروع ہو گیا۔ پچھوا پاکستان بننے کا بڑا خواہش مند تھا اور جب ایک دن اسے اچانک معلوم ہوا کہ پاکستان بن گیا اور قادر پور پاکستان میں شامل نہیں ہے تو اس کا اسے بڑا افسوس ہوا اور اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: ''میاں ہم بیٹھے ہی رہ گئے واں قلعہ فتح ہو گیا۔'' (۱۰)

قادر پور کے بیشتر مسلمانوں کی پاکستان ہجرت کے ساتھ ہی پچھوا بھی ہجرت کرتا ہے۔ پاکستان پہنچ کر اس کو اور زیادہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

> پاکستان آ کر وہ پاؤں ٹکانے کے لیے جگہ اور پیٹ بھرنے کے لیے روٹی مانگتا ہے۔ اس کے کردار کی ساری بلندی اور عظمت خاک میں مل چکی ہے۔ (۱۱)

حالات سے تنگ آ کر پچھوا واپس ہندوستان چلا جاتا ہے اور وہاں اس کا دردناک انجام ہوتا ہے۔ یوں اس افسانے میں دکھایا گیا ہے کہ تمام تعمیر وتخریب میں سیاستدانوں اور ہندو مسلم بغض کو بڑا دخل ہے۔ اس افسانے میں انتظار حسین کا سیاسی شعور اور سماجی وتہذیبی شعور اپنے شباب پر نظر آتا ہے۔ اسی طرح افسانے ''فجا کی آپ بیتی''، ''خرید وحلوا بیسن کا'' اور ''پھر آئے گی'' وغیرہ میں بھی فرقہ واریت اور ہجرت کے عمل کی داستان بیان کی گئی ہے۔

انتظار حسین کے دوسرے افسانوی مجموعہ ''کنکری'' (۱۹۵۵ء) میں یہ رویہ ابھرتا ہے کہ فنکار اپنے عہد کے معاملات پر پوری طرح نظر رکھتے ہوئے ماضی سے رشتہ استوار کرتے ہوئے چلتا ہے۔ سیاسی شعور کے غماز افسانہ ''محل والے'' میں ہجرت اور اس کے بعد کے حالات و واقعات اور ماضی کی یادوں کی عکاسی کی گئی ہے کہ محل والے جب تک ہندوستان میں تھے ایک حویلی میں رہتے تھے اور ان میں باہمی محبت و یگانگت تھی۔ ہجرت کر کے پاکستان آنے کے بعد ہوس زر نے ان کی خاندانی سالمیت کا شیرازہ بکھیر دیا۔

''بہت دنوں بعد محل والوں کو محل یاد آیا، جواب متروکہ جائیداد قرار دے دیا گیا تھا اور جج صاحب یاد آئے جن کی تصویر چلتے وقت سامان سے کہیں گم ہو گئی تھی''۔(۱۲)

افسانہ ''یاں آگے درد تھا'' میں بھی سیاسی شعور کی جھلک نظر آتی ہے۔انتظار حسین نے اپنے افسانوں میں بدلتے ہوئے حالات اور ٹوٹتی سیاسی وسماجی اقدار کو بھی موضوع بنایا ہے۔افسانوی مجموعہ ''آخری آدمی'' ۱۹۶۷ء میں شامل افسانہ ''آخری آدمی'' خارجی ماحول کی اجنبیت اور غیر مانوس فضا سے پیدا ہونے والے داخلی کرب اور تنہائی کے احساس کی نمائندگی کرتا ہے۔اس افسانے میں غیر مانوس فضا سے چھٹکارا حاصل کرنے کی سعی نمایاں ہے۔ اس افسانے کی فضا انجیل مقدس سے مستعار ہے اور اس کی بنیاد ایک قدیم مذہبی قصہ ہے جس کے مطابق ایک قوم کو نافرمانی کرنے پر عذابِ الٰہی سے دو چار ہونا پڑا اور سب کے سب بندر بن جاتے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ ماحول کے زہریلے اثرات آہستہ آہستہ آدمیوں کو ختم کرنے کے درپے ہیں:

''اور الیاسف نے الیاب کو یاد کیا کہ خوف سے اپنے اندر سمٹ کر وہ بندر بن گیا تھا،تب اس نے کہا کہ میں اپنے اندر کے خوف پر اسی طور غلبہ پاؤں گا جس طور میں نے باہر کے خوف پر غلبہ پایا تھا۔''(۱۳)

''زرد کتا'' انسان کے روحانی انحطاط کی روداد ہے۔اس افسانے میں زرد کتا انسان کا نفس ہے جو اسے ورغلا کر سفلیت کی جانب لانے کی کوشش کرتا ہے:

''یا شیخ زرد کتا کیا ہے؟ فرمایا: زرد کتا تیرا نفس ہے۔ میں نے پوچھا: یا شیخ نفس کیا ہے؟ فرمایا نفس طمع دنیا ہے۔ میں نے سوال کیا: یا شیخ طمع دنیا کیا ہے؟ فرمایا پستی ہے''۔(۱۴)

اس علامتی و تمثیلی افسانے میں معاشرتی وقومی انحطاط و زوال، کمزور اخلاقی شعور و احساس نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔

افسانہ ''کایا کلپ'' میں حال کے خوفزدہ انسان کی نفسیات کو بیان کیا گیا ہے جو ایک جانی پہچانی حقیقت کے خوف سے سہم کر عدم تحفظ کی فضا میں سانس لے رہا ہے اور اپنے آپ میں سمٹتا جا رہا ہے یہاں تک کہ: ''وہ بہت سنبھلا مگر سکڑتا ہی گیا اور سکڑتے سکڑتے ایک چوڑا سا سیاہ نقطہ رہ گیا اور پھر ایک بڑی سی مکھی بن گیا۔''(۱۵)

اس افسانے میں سامراجی غلامی اور جبریت کی کیفیت پیش کی گئی ہے جس کے تحت انسان اپنا

وجود کھو کر بے عملی کی کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اگر وہ ذرا ہمت و حوصلے سے کام لینے کی کوشش بھی کرتا ہے تو سامراجی طاقتوں کا جبر و استحصال اس کی صلاحیتوں کو مفلوج کرتے ہوئے اس کی آزادی ختم کر کے اس کے گلے میں غلامی کا طوق ڈال دیتا ہے۔ سیاسی شعور سے لبریز افسانہ ''سیکنڈ راؤنڈ'' میں ہندوستان پاکستان کی 1965ء کی جنگ کو موضوع بنایا گیا ہے:

> ''جب فاتحہ پڑھ چکے تو ایک سپاہی ہمارے قریب آیا۔ کہنے لگا کیا خیال ہے آپ شہری بھائیوں کا، ہم ان قبروں کو چھوڑ کر واپس آ جائیں''۔(۱۶)

اسی طرح سے: ''بھارت کہتا ہے کہ کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے۔ میں کہوں کہ دلی ہمارا اٹوٹ انگ ہے''۔(۱۷)

افسانوی مجموعہ ''شہرِ افسوس'' (۱۹۷۲ء) میں شامل زیادہ تر افسانے سیاسی اور سماجی نوعیت کے ہیں۔ اس مجموعے میں انتظار حسین کا بنیادی Concern اپنے عہد کے سیاسی المیوں کی فکر کے ساتھ ساتھ ان زخموں کے احساس کا ہے جو فکر اور وقت نے لگائے ہیں۔ مجموعہ ''شہرِ افسوس'' میں سیاسی شعور سے لبریز افسانے ''وہ جو کھوئے گئے''، ''مشکوک لوگ''، ''شرم الحرم''، ''کانا دجال''، ''دوسرا گناہ''، ''دوسرا راستہ''، ''وہ جو دیوار کو نہ چاٹ سکے'' اور ''شہرِ افسوس'' وغیرہ شامل ہیں۔

سیاسی حوالے سے اہم افسانہ ''وہ جو کھوئے گئے'' برصغیر اور سقوطِ ڈھاکہ کی ہجرت کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہے۔ یہ افسانہ داستانی انداز کی مکالماتی کہانی ہے جس میں خون، تباہی، بربادی، قتل و غارت اور حرب و ضرب کا استعارہ ہے۔ افسانے میں چار بے نام آدمیوں کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ زخمی سر والا، باریش آدمی، نوجوان اور وہ جس کے گلے میں تھیلا پڑا ہوا ہے۔ یہ چاروں قتل و خون اور مار دھاڑ سے بچ کر آئے ہیں اور ساتھ ہی وہ اس شک میں مبتلا ہیں کہ ان میں ایک کم ہو گیا ہے اور حیران ہیں کہ ایک آدمی کہاں ہے؟ آخر باریش آدمی حوصلے سے گویا ہوتا ہے:

> ''عزیز و شک مت کرو کہ شک میں ہمارے لیے عافیت نہیں ہے۔ وہ بے شک ہمیں میں سے تھا مگر یہ کہ جس قیامت میں ہم گھروں سے نکلے ہیں اس میں کون کس کو پہچان سکتا تھا اور کون کس کو شمار کر سکتا تھا''۔(۱۸)

ان کرداروں کی ذہنی حالت ان کی ہجرت و سرگردانی کی کیفیت کو ظاہر کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ ان کو یہ علم بھی نہیں کہ انھیں کس سمت میں کہاں جانا ہے۔ ان کی منزل کہاں ہے۔ ان کو ہجرت اور کٹ جانے کا احساس ہے۔

اسی طرح سے افسانہ ''مشکوک لوگ''، ''شرم الحرم''، ''کانا دجال''، ''دوسرا راستہ''، ''اپنی آگ کی طرف'' اور ''اندھی گلی'' کو براہِ راست سیاسی اور سماجی کہانیوں کی ذیل میں رکھا جا سکتا ہے۔ افسانہ ''مشکوک لوگ'' میں چار دوستوں جن کا تعلق مختلف پیشوں سے ہے، کی کہانی بیان کی گئی ہے جو ایک دوسرے پر شک وشبہ کرتے ہیں۔ ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ دوسرا سیاسی طور پر بکا ہوا ہے جبکہ وہ خود ایماندار ہے۔ ''اس نے تھکے ہوئے انداز میں سوچا کہ شاید ہم سب ہی مشکوک حالات سے نقل وحرکت کر رہے ہیں۔'' (۱۹)

افسانہ ''شرم الحرم'' میں مسئلہ بیت المقدس پر ناجائز قبضے اور عرب اسرائیل تنازعے کی عکاسی کی گئی ہے۔ یہ افسانہ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں مسلمانوں کی شکست کے موضوع پر لکھا گیا ہے جس میں سقوطِ بیت المقدس کی وجہ سے پوری اُمت مسلمہ کی اجتماعی رسوائی کو ابھارا گیا ہے اور یروشلم کا سقوط پوری ملتِ اسلامیہ کی شکست تھی اس شکست سے عالمِ اسلام کی اجتماعی قوت کا بھرم اور ساکھ ٹوٹ گئی:

> ''یروشلم فال ہوگیا۔ یروشلم، یرمیانبی کا نوحہ، یروشلم گر پڑا! یروشلم گر پڑا! اے صبح کے شان دار فرزند تو کیوں کر آسمان سے گر پڑا؟ ...... وہ جو قوموں کے درمیان بزرگ اور صوبوں کے بیچ ملکہ تھی۔ خراج گزار ہو گئی۔'' (۲۰)

انتظار حسین نے مسلمانوں کی اس اجتماعی رسوائی اور بے توقیری کو شدت سے محسوس کیا ہے اور یہی موضوع افسانہ ''کانا دجال'' کا بھی ہے کہ امریکہ کس طریقے سے اسرائیل کی پشت پناہی کرتے ہوئے غریب ملکوں کو امداد کے لیے صرف چند ٹکڑے بھیج رہا ہے جن کی کوئی اہمیت وحیثیت نہیں ہے۔ اس سیاسی صورت حال پر انتظار حسین نے بھرپور طریقے سے طنز کیا ہے۔

افسانہ ''دوسرا راستہ'' ایوب خان عہد کے سیاسی جبر اور بے حرمتی کا احساس لیے ہوئے ہے۔ یہاں پر انتظار حسین نے معاشرتی حوالے سے اٹھائے ہوئے سوالات سیاسی پھیلاؤ کے سپرد کر دیے ہیں۔ یہاں پر بس کے سفر کی روداد کے حوالے سے کہانی کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ بس ڈبل ڈیکر ہے جو دومنزلہ معاشرہ یا ایک ملک کے دورخ ہیں۔ اس میں معنوی حوالہ سیاسی اور سماجی ہے:

> ''لگتا ہے کوئی جلوس ہے، کنڈکٹر نے اعلان کیا
> بادشاہو، اپنے اپنے سر اندر کرلو
> جو جو آدمی گردن نکالے باہر دیکھ رہا تھا، اس نے گردن اندر کر لی
> سب اس طرح سکڑ سمٹ گئے جیسے پوٹلی بن گئے ہیں۔'' (۲۱)

افسانہ ''اپنی آگ کی طرف'' میں خانہ جنگی، بدامنی اور آتش زنی کی فضا کی روداد کو بیان کیا گیا ہے۔

اس افسانے میں گھر کی موت کو باہر کی موت سے اس طرح سے بہتر قرار دیا گیا ہے کہ جس میں تقسیم ہند، فسادات اور ہجرت کی پوری روداد سمٹ آئی ہے۔ ''اب کے کہاں آگ لگی؟' کچھ باقی بھی بچے گا یا سب کچھ جل جائے گا'' (۲۲)

افسانہ ''دوسرا گناہ'' میں سیاسی وسماجی طبقات کی تقسیم اور نابرابری کے وجود پر اظہارِ خیال ملتا ہے۔ یہ افسانہ شدید طور پر ترقی پسند نظریات کا حامل ہے:

> ''زمران نے اس کا یہ کلام سنا اور کہا کہ الیملک تو ہم میں سے ہے سو تو ہمارے دسترخوان پر بیٹھ اور ہمارے ساتھ روٹی توڑ۔ اس پر الیملک نے کانوں پر ہاتھ رکھے اور کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں، اس دن سے جب گیہوں کو گیہوں کے چھلکے سے جدا کر کے کھاؤں اور ظالموں میں شمار کیا جاؤں۔'' (۲۳)

افسانہ ''اندھیری گلی'' میں ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد کی مایوس کن صورتحال کی عکاسی کی گئی ہے۔ ان تمام افسانوں میں انتظار حسین کا لہجہ مایوسی یا المناکی کا نہیں بلکہ ہمدردانہ ہے اور یہ اندازِ نظر واضح سیاسی شعور اور گہری سماجی ذمہ داری کی دین ہے۔ سیاسی شعور کا غماز افسانہ ''شہرِ افسوس'' میں سقوط ڈھاکہ کے المیے کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ افسانہ اس اجتماعی تجربے سے متعلق ہے جس سے پورا برصغیر گزرا ہے۔ 'شہرِ افسوس' پاکستان بھی ہے اور ہندوستان اور یہ پورا برصغیر بھی شہرِ افسوس ہوسکتا ہے۔ اس افسانے میں ہجرت کے المیے اور ہر طرف پھیلی تباہی و بربادی اور اس شہرِ خرابی سے نکلنے کا راستہ ڈھونڈا جاتا ہے جہاں ہر طرف لاشیں، اور فساد برپا ہے۔

یہ افسانہ اپنی زمین سے ان نکلے ہوؤں کی کہانی ہے جو دوسری زمین میں موجود اپنوں سے جا ملتے ہیں۔ لیکن یہاں ان کو پناہ کے بجائے موت ملتی ہے۔ ''اے بزرگ کیا تو نے دیکھا کہ جو لوگ اپنی زمین سے بچھڑ جاتے ہیں پھر کوئی زمین انھیں قبول نہیں کرتی۔'' (۲۴)

انتظار حسین کے افسانوی مجموعہ ''کچھوے'' (۱۹۸۱ء) میں بھی سیاسی شعور سے لبریز افسانے سامنے آئے ہیں جن میں انھوں نے تقسیم کے بعد سیاسی حالات، فسادات، ۱۹۷۱ء کے سقوطِ ڈھاکہ کے المیہ، ہجرت اور پاکستانی آمریت وغیرہ کو موضوع بنایا ہے۔ اس حوالے سے اس افسانوی مجموعہ میں ''ہندوستان سے ایک خط''، ''نیند''، ''کچھوے''، ''رات''، ''دیوار'' اور ''خواب اور تقدیر'' جیسے افسانے شامل ہیں۔

افسانہ ''ہندوستان سے ایک خط'' میں تقسیم ہند کے بعد فسادات اور سقوطِ ڈھاکہ کے سانحے کے بعد ہجرت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس افسانے میں ۱۹۷۱ء کی جنگ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان خطوط

کی بحالی کے پس منظر اور اس خطے کے مسلمانوں کی سیاسی ابتلا کو ایک خاندان کے حال احوال میں سمیٹ کر خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے:

> ''اب جبکہ بڑوں کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے اور ہمارا خاندان ہندوستان اور پاکستان اور بنگلہ دیش میں بٹ کر بکھر گیا ہے......کوئی ہندوستان میں کھیت ہوا۔کوئی بنگلہ دیش میں گم ہوا اور کوئی پاکستان میں دربدر پھرتا ہے''۔(۲۵)

افسانہ ''نیند'' بھی ۱۹۷۱ء کے واقعات کے حوالے سے لکھا جانے والا ایک اہم افسانہ ہے۔ یہاں پر انتظار حسین نے زوال ڈھاکہ کی عکاسی کی ہے کہ اس جنگ کے دوران ظلم وستم اور استحصال کے بے شمار واقعات رونما ہوئے۔''ادھر والوں نے ان کا استحصال کیا یا ادھر والوں نے غداری کی۔''(۲۶)

افسانہ ''اسیر'' میں پاکستان کے دولخت ہونے کے المیے کے اثرات واضح کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی اس میں معنویت سے بھرپور سیاسی وسماجی اشارے بھی ملتے ہیں جیسے: ''نور پھر خود ہی بولا، اصل میں یہاں باہر سے کچھ نہیں ہوا جو کچھ ہوا اندر سے ہوا۔''(۲۷)

افسانہ ''صبح کے خوش نصیب'' بھی انھی المیوں کی کہانی ہے۔اس افسانے میں ۱۹۷۱ء کے المیے کے بعد انسانی مقدر پر سیاست کے ناگزیر اثرات کو تسلیم کیا گیا ہے دیکھیے:

> ''خوش نصیبی اور بدنصیبی کا کتنی جلدی آپس میں تبادلہ ہوگیا۔صبح کو خوش نصیب شام ہوتے ہوئے بدنصیب بن چکے ہیں''۔(۲۸)

افسانہ'' کچھوے'' کا پس منظر بھی سیاسی نظر آتا ہے۔یہاں پر انتظار حسین نے آج کے ان سیاسی رہنماؤں کو جو اپنی بے عملی کے عیب کو طویل، پُر فریب اور پر اثر تقریروں کے پردوں میں چھپا دیتے ہیں، ان کو کچھوے قرار دیا ہے۔ اسی طرح افسانہ ''شور'' غیر یقینی حالات وواقعات کی بازگشت ہے۔

افسانہ ''رات'' میں جبریت کے نظریے کو یاجوج ماجوج کی داستان کی صورت میں پیش کیا گیا ہے کہ انسان جبر کے دائرے میں اس طرح گھرا ہوا ہے کہ لاکھ کوششوں کے باوجود وہ اس سے چھٹکارا نہیں حاصل کرسکتا اور اسی کے گرد گھومتا رہتا ہے اور یہ جبر تاریخ کا بھی ہوسکتا ہے، سیاست اور معاشرے کا بھی اور انسانی تقدیر کا بھی۔انسان اس نظریے کے تحت مجبور محض ہے:

> ''کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ ہمیں موت بھی نہیں آئے گی، جیسے ہم اس دیوار کو ازل سے چاٹ رہے ہیں اور ابد تک چاٹتے رہیں گے''۔(۲۹)

انتظار حسین کا مارشل لاء کے حوالے سے اہم افسانہ ''خواب اور تقدیر'' ہے۔اس افسانے میں پاکستان میں جمہوریت کے المیے اور آمریت کے ظہور کو تمثیلی انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ پاکستانی عوام ہر دور میں مخلص

اور معجزہ ساز رہنما کی تلاش میں رہے لیکن انھیں بار بار دھوکہ دیا گیا اور وہ بار بار ایک دائرے کے اندر چکر کاٹنے پر مجبور ہیں۔ یہاں پر مکہ شہر امن اور کوفہ کو آمریت، جبر و استبداد اور مارشل لاء دور کے استعارے کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اس دائرہ سے نکلنے کے لیے ہم دن رات جدوجہد کرتے ہیں لیکن ہم پر فوجی آمریت مسلط کر دی جاتی ہے اور ہم کوفہ سے نکل کر شہرِ امن مکہ تک پہنچنے کی کوشش میں ناکام ہوکر اور راہ سے بھٹک کر پھر کوفہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ ایسا دائرہ ہے جس سے پاکستانی عوام نکلنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوئے۔ شاید آمریت ہماری تقدیر اور جمہوریت ہمارا خواب بن چکی ہے:

> ''ہم نے شہر سے نکلنا کتنا آسان جانا تھا مگر کتنا مشکل نکلا۔ شہر کے دروازوں پر پہرہ تھا۔ آنے جانے والوں پر روک ٹوک تھی، کتنی مرتبہ ہم دونوں دروازوں تک گئے اور پہرے داروں کو چوکنا دیکھ کر چپکے سے واپس چلے آئے''۔ (۳۰)

افسانہ ''کشتی'' میں مختلف تہذیبوں کی حقیقت تلاش کی گئی ہے اور سیاسی بحران کو اخلاقی بحران سمجھ کر عافیت اور نجات کے امکان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، ''مجھے دیکھو کہ میں نے ندیوں کے بیچ ایسی کشتیوں میں سفر کیا ہے جن کا کوئی کھویا نہیں تھا۔'' (۳۱)

افسانوی مجموعہ ''خیمے سے دور'' (۱۹۸۶ء) میں شامل افسانہ ''انتظار'' میں دنیا بھر کے مسلمانوں پر جبر و استحصال کی عکاسی نہایت خوب صورتی سے کی گئی ہے۔ ساتھ پاکستانی حکومتی سانچے کی بدحالی و ستم ظریفیوں پر بھی طنز کیا گیا ہے: ''نجات دلانے آتے ہیں اور پھر ان سے نجات حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔'' (۳۲)

افسانہ ''پلیٹ فارم'' میں پاکستان کی سیاسی و سماجی اور ثقافتی صورت حال میں ہجرت کے تجربے اور مہاجرت کے حوالے سے کئی سوالوں کو قلم بند کیا گیا ہے: ''ہم جو یہاں بیچ میں پھنسے پڑے ہیں کہ نہ اِدھر کے ہیں نہ اُدھر، آخر کس کی ذمہ داری ہیں۔'' (۳۳)

اس صورتحال کی عکاسی افسانہ ''چیلیں'' میں یوں کی گئی ہے:

> ''اے ہمارے نجات دہندہ، کیا یہ ہے وہ سرزمین جس کی تجھے بشارت دی گئی تھی اور تو جس کی ہمیں بشارت دے رہا تھا...... بہتر ہے کہ ہم یہاں سے نکل چلیں؟ کہاں نکل چلیں؟ جہاں سے ہم آئے ہیں وہیں واپس ہو لیں۔'' (۳۴)

ان افسانوں کے علاوہ دوسرے مجموعوں میں شامل افسانے ''پنجرہ''، ''جل گرجے''، ''بخت ماری'' اور ''گھوڑے کی ندا'' وغیرہ میں بھی سیاسی شعور کا رویہ واضح طور پر ابھرتا ہے۔ انتظار حسین نے جمہوری اداروں کی تباہی ان کے اثرات اور آمرانہ طاقتوں کے خلاف قلم اٹھایا اور ان کے افسانوں میں یادیں،

بچھڑے ہوئے گلی محلوں، بازاروں میں لیے پھرتی ہیں۔انتظار حسین کا بنیادی ساتھ ہم عصر نوعیت کا ہے جو اتنا تاریخی نہیں جتنا ہم عصر سماجی اور سیاسی ہے۔انتظار حسین نے اپنے پُر تمثیلی اسلوب کے ذریعے اردو افسانے کو نئے فنی ومعنیاتی امکانات سے روشناس کرایا ہے۔اس حوالے سے ''گوپی چند نارنگ'' لکھتے ہیں:

''انتظار حسین کا تمثیلی اسلوب مکالماتی بُنت اور معاشرتی فضا سازی ایسی زبردست انفرادیت لیے ہوئے ہے کہ انھیں نہ کسی کا مقلد کہا جاسکتا ہے نہ کسی سے متاثر۔''(۳۵)

انتظار حسین نے اپنے افسانوں میں علامتی اظہار کے لیے جس اسلوب اور تکنیک کا استعمال کیا ہے، وہاں فرد پورے سماج کی علامت بن جاتا ہے۔انتظار حسین نے علامتی افسانے کو ادبی مسلک کے طور پر قبول کیا اور روایتی اسلوب کو ترک کرکے داستانی اسلوب اختیار کیا۔ ان کے ہاں موجود نئی علامتیں اور کردار داستانوں یا اساطیر سے مستعار ہیں۔انتظار حسین اپنے رویے کے اعتبار سے جدید ہیں۔

انتظار حسین نے اپنے اردگرد بکھری زندگی پر مسلط بے معنویت کو اور کرب ناک بے چینی کو ایک گہرے سیاسی شعور اور ایک منفرد تہذیبی احساس کے ساتھ بے نقاب کیا ہے۔

انتظار حسین کا فن خاصہ تہہ دار ہے۔ جہاں ایک طرف ان کی سادگی فریب نظر فراہم کرتی ہے وہیں دوسری طرف ان کی ہوشیاری اور پرکاری سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔انتظار حسین کا ذہن ایک متحرک ذہن ہے۔ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ انتظار حسین اسلوب، ہیئت اور موضوعات کے تنوع کے سبب دورِجدید کے نمائندہ افسانہ نگار ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) فتح محمد ملک ''انتظار حسین کو سمجھنے کے لیے'' مشمولہ ''تحسین وتردید''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء،ص۴۷

(۲) گوپی چند نارنگ ''فکشن شعریات''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص:۱۳۰

(۳) شہزاد منظر ''پاکستان میں اردو افسانے کے پچاس سال''، ایضاً، ص:۱۵۲

(۴) عتیق احمد، افسانہ، مشمولہ تخلیقی ادب، عصر مطبوعات کراچی، ۱۹۸۰ء، ص:۸۷

(۵) انتظار حسین ''قیوما کی دکان'' مشمولہ ''جنم کہانیاں'' (افسانوی مجموعہ) سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء، ص:۳۱

(۶) انتظار حسین ''اجودھیا'' مشمولہ جنم کہانیاں، ایضاً، ص:۷۱

(۷) گوپی چند نارنگ ''فکشن شعریات''، ایضاً، ص:۱۳۰

(۸) انتظار حسین ''رہ گیا شوق منزل مقصود''، مشمولہ ''جنم کہانیاں'' ایضاً، ص:۹۰

(۹) انتظار حسین ''استاد''، مشمولہ ''جنم کہانیاں'' ایضاً، ص:۲۱۳۰

(۱۰) انتظار حسین ''ایک بن لکھی رزمیہ''، مشمولہ ''جنم کہانیاں'' ایضاً، ص:۱۵۵

(۱۱) انتظار حسین ''ایک بن لکھی رزمیہ''،مشمولہ ''جنم کہانیاں'' ایضاً،ص:۱۶۰
(۱۲) انتظار حسین ''محل والے''،مشمولہ ''جنم کہانیاں'' ایضاً،ص:۲۹۴
(۱۳) انتظار حسین ''آخری آدمی''، کتابیات لاہور، ۱۹۶۷ء،ص:۸
(۱۴) انتظار حسین ''زرد کتا''،مشمولہ ''آخری آدمی'' ایضاً،ص:۱۹
(۱۵) انتظار حسین ''کایا کلپ''،مشمولہ ''آخری آدمی'' ایضاً،ص:۹۵
(۱۶) انتظار حسین ''سیکنڈ راؤنڈ''،مشمولہ ''آخری آدمی'' ایضاً،ص:۱۳۹
(۱۷) ایضاً،ص:۱۴۰
(۱۸) انتظار حسین ''وہ جو کھوئے گئے''،مشمولہ ''شہر افسوس'' سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء،ص:۱۱
(۱۹) انتظار حسین ''مشکوک لوگ''،مشمولہ ''شہر افسوس''، ایضاً،ص:۱۲۰
(۲۰) انتظار حسین ''شرم الحرم''،مشمولہ ''شہر افسوس'' ایضاً،ص:۹۵
(۲۱) انتظار حسین ''دوسرا راستہ''،مشمولہ ''شہر افسوس'' ایضاً،ص:۱۴۲
(۲۲) انتظار حسین ''اپنی آگ کی طرف''،مشمولہ ''شہر افسوس'' ایضاً،ص:۱۷۴
(۲۳) انتظار حسین ''دوسرا گناہ''،مشمولہ ''شہر افسوس'' ایضاً،ص:۱۳۲
(۲۴) انتظار حسین ''شہر افسوس''،مشمولہ ''شہر افسوس'' ایضاً،ص:۲۰۸
(۲۵) انتظار حسین ''ہندوستان سے ایک خط''،مشمولہ '' پتے'' سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء،ص:۵۷
(۲۶) انتظار حسین ''نیند''،مشمولہ '' پتے'' ایضاً،ص:۷۰
(۲۷) انتظار حسین ''اسیر''،مشمولہ '' پتے'' ایضاً،ص:۴۷
(۲۸) انتظار حسین ''صبح کے خوش نصیب''،مشمولہ '' پتے'' ایضاً،ص:۱۴۴
(۲۹) انتظار حسین ''رات''،مشمولہ '' پتے'' ایضاً،ص:۱۰۹
(۳۰) انتظار حسین ''خواب اور تقدیر''،مشمولہ '' پتے'' ایضاً،ص:۱۲۶
(۳۱) انتظار حسین ''کشتی''،مشمولہ '' پتے'' ایضاً،ص:۱۶۱
(۳۲) انتظار حسین ''انتظار''،مشمولہ ''خیمے سے دور''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۶ء،ص:۱۲۴
(۳۳) انتظار حسین ''پلیٹ فارم''،مشمولہ ''خیمے سے دور'' ایضاً،ص:۱۴۸
(۳۴) انتظار حسین ''چیلیں''،مشمولہ ''خیمے سے دور'' ایضاً،ص:۱۵۸
(۳۵) گوپی چند نارنگ ''انتظار حسین کا فن''،مشمولہ ''اردو افسانہ روایت اور مسائل''، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء،ص:۵۵۲

❁ ❁ ❁